Fikr-o-Nasar (Islamabad) 5:8 (1968)

(قسط ۶)

فلسفہ، علم اور قرآن

پر ایمان کی کہانی

الشیخ ندیم الجسر

مضامین کی یہ قسطیں اردو ترجمہ ہیں الشیخ ندیم الجسر مفتی طرابلس و لبنان شمالی کی عربی تصنیف "قصة الايمان بين الفلسفة والعلم والقرآن" کا۔ اس میں ایک طالب علم حیران بن اضعف بنجابی ہے، اور وہ اپنے استاد شیخ ابوالنور الموزون سے مسائل فلسفہ کے متعلق سوالات کرتا ہے۔ شیخ اُسے بتاتا ہے کہ چوں کہ فلسفہ حقائق اشیاء سے بحث کرتا ہے۔ اس لئے ہر فلسفی کی یہ کوشش رہی ہے کہ وہ حقیقت الحقائق یعنی اللہ تک پہنچے۔ لیکن اس میں انہوں نے ٹھوکریں کھائیں، بہرحال اُن کا مقصد صحیح تھا۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے فلاسفہ یونان کا بیان ہے۔ اور اس بارے میں اُن کے خیالات کا اجمالی تذکرہ ہے۔ اور اُن کا محاکمہ کیا گیا ہے۔ پھر فلاسفہ مسلمین کا ذکر ہے۔ اُن کی آراء کو پیش کیا گیا ہے۔ اور اُن پر تنقید کی گئی ہے۔

اس قسط میں اندلسی فلسفی ابن طفیل کے مشہور قصہ "حی بن یقظان" کا خلاصہ درج ہے۔ اور فلسفہ یا عقل کے ذریعہ تلاشِ حق کی رُوداد دی گئی ہے۔ (مدیر)

دو وحیوں کے درمیان

حیران بن اضعف کہتا ہے: دوسری شام مسجد کے بوڑھے خادم نے مجھے ایک چھوٹی سی کتاب دیتے ہوئے کہا: یہ کتاب مولانا کو دے دینا۔ وہ دو دن سے باصرار اس کا مطالبہ کر رہے تھے۔ میں نے اُس سے وہ کتاب لے لی۔ جب میں شیخ کے پاس گیا اور انہوں نے اسے میرے ہاتھ میں دیکھا، ان کا چہرہ ہشاش بشاش ہو گیا اور کہا:

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

شیخ: بالآخر انہیں یہ کتاب مل گئی .... بہر حال ان کا اس میں قصور نہیں ہے۔ قصور میرا ہی ہے۔ اے حیران! ذرا خیال کرو۔ میں نے فلسفہ میں یہ مختصر کتاب میرے خیال میں دس سال گزرے لکھی تھی۔ پھر میری اجازت سے اُنھوں نے اسے چھاپا اور اب میرے پاس اس کا ایک ہی نسخہ تھا اور مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں پڑا ہے۔

حیران: اس مختصر کتاب کی کیا ضرورت پڑی کہ آپ نے اسے اتنا تلاش کرایا۔

شیخ: ضرورت تو کوئی نہیں مگر میں تمہیں "حیّ بن یقظان" کے قصہ کا خلاصہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس کا خلاصہ اس چھوٹی کتاب میں دیا گیا ہے۔ میں نے یہی بہتر سمجھا کہ از سرِ نو اس کے یاد کرنے اور اس کی تلخیص کرنے کی تکلیف سے اپنے آپ کو بچاؤں۔

شیخ: اے حیران! اس قصہ کے اندر سوائے بطل قصہ (HERO) اور قصہ کے محل و مقام کے کوئی خیالی بات نہیں ہے۔ اور اگر تو (حیّ بن یقظان) کی جگہ (عقل) کا لفظ رکھ دے۔ اور تو یہ خیال کرے کہ دور دراز کا جزیرہ یہی ہماری زمین ہے، جس میں ہم زندگی گزارتے ہیں، تو تمام قصہ صحیح تاریخ بن جاتا ہے۔ جس میں کسی قسم کی خیال آرائی کا کوئی نشان نہیں...... سوائے اس کے جہاں عقل یعنی اس قصے کا ہیرو اپنا کام چھوڑ دیتا ہے۔

حیران: مولانا یہ کیسے؟

شیخ: قصہ کے دوران میں معرفت، وجود، ایمان باللہ اور فضیلت کے متعلق ابن طفیل کی آراء واضح ہیں۔ اگر ان آراء میں (مراتبِ صدور) کے متعلق یہ ابن سینا اور دیگر فلاسفہ کی موافقت نہ کرتا تو یہ فلسفہ میں حق کا بلکہ عقل کا قصہ ہوتا کہ کس طرح عقل معرفت کے بتدریج راستے طے کرتی ہے۔ اور فلسفہ کے مراتب میں ترقی کرتی ہے یہاں تک کہ وہ اللہ، حق، خیر اور جمال کو پہچان لیتی ہے ....

پیشتر اس کے کہ میں اس کا خلاصہ تجھے پڑھ کر سناؤں میں چاہتا ہوں کہ ان اہم آراء کو جنہیں ابنِ طفیل قصہ کے دوران تفصیل سے بیان کرنا چاہتا ہے، تمہاری آنکھوں کے سامنے رکھوں تاکہ تجھے ان سطروں کے درمیان جو مقاصد و افکار ہیں، ان کا پتہ چل جائے۔

ابنِ طفیل اپنے قصہ میں مندرجہ ذیل حقائق بیان کرنا چاہتا ہے:۔

ا: وہ مراتب جن سے عقل معرفت کے زینے پر بتدریج محسوسات جزئیہ سے افکار کلیہ تک جاتی ہے۔

ب : عقلِ انسانی تعلیم اور رہنمائی کے بغیر ہی اللہ کے وجود کو مخلوق میں اُس کے آثار اور اس پر سچے دلائل قائم کر کے سمجھ جاتی ہے۔

ج : عقل جب ازلیت مطلق، عدم مطلق، لانہایت، زمان، قِدم اور حدوث وغیرہ کا تصور کرنا چاہتی ہے تو یہ دلائل کے طریقوں میں عاجز ہو جاتی ہے۔

د : خواہ عقل کے نزدیک عالم کا قدیم ہونا یا حادث ہونا راجح ہو مگر دونوں اعتقادوں سے ایک ہی بات لازم آتی ہے اور وہ اللہ کا وجود ہے۔

ہ : انسان اپنی عقل کے ذریعہ فضائل کی بنیادوں اور عملی اور اجتماعی اخلاق کے اصولوں کو سمجھنے پر اور اُن سے آراستہ ہونے پر قادر ہے۔ نیز عقل کی مدد سے جسمانی خواہشات پر قابو پا سکتا ہے بغیر اس کے کہ جسم کا حق مارے یا اس میں کوتاہی کرے۔

و : جس بات کا حکم شریعتِ اسلامی دیتی ہے اور جسے عقلِ سلیم بذاتِ خود معلوم کرتی ہے، مثلاً حق، خیر اور جمال، دونوں (شریعتِ اسلامی اور عقلِ سلیم) بغیر اختلاف کے ایک نقطہ پر آکر مل جاتے ہیں۔

ز : تمام تر حکمت اِسی طریقہ میں پائی جاتی ہے جس پر شریعت گامزن ہے۔ اور وہ طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کو ان کی عقلوں کے مطابق مخاطب کیا جائے۔ بدون اس کے کہ ان پر حکمت کے حقائق و اسرار کی وضاحت کی جائے۔ اور لوگوں کے لئے تمام تر بھلائی اسی بات میں ہے کہ وہ حدود شرع کے پابند ہوں اور یہ کہ وہ اس کی گہرائیوں میں نہ جائیں۔

حیران : اس عجیب قصہ کے پڑھنے کا مجھے بے حد اشتیاق ہے۔

شیخ : یہ لو۔ قصہ کا خلاصہ :

ابن طفیل ہمارے سامنے ایک شیر خوار بچہ کی تصویر کھینچتا ہے، جس کا نام حیّ بن یقظان ہے۔ وہ ایک ایسے جزیرہ میں جا پڑتا ہے جو انسانوں سے خالی ہے۔ ایک ہرنی نے جس کا بچّہ گم ہو چکا تھا، اس پر ترس کھایا۔ اسے دودھ پلایا اور اس کی نگہداشت کی۔ یہاں تک کہ وہ جوان ہو گیا۔ اور اُس نے حیوانات کی آوازیں سیکھ لیں۔ اس نے دیکھا کہ حیوانوں کے جسم بالوں سے ڈھکے ہوئے ہیں اور وہ (سینگوں وغیرہ سے) مسلّح بھی ہیں اور وہ ننگا اور بغیر ہتھیار کے ہے۔ اس نے پتوں اور پروں سے اپنا ستر ڈھانکا

اور لباس بنایا اور لاٹھی کو ہتھیار بنایا۔

اس کے بعد ہرنی مرگئی تو وہ اس کی خاموشی اور عدم حرکت سے ڈر گیا۔ اس نے اس کا سبب معلوم کرنا چاہا مگر اُسے بظاہر اس ہرنی میں کوئی تبدیلی نظر نہ آئی۔ لہٰذا اس نے یہی سمجھا کہ یہ سبب اس کے کسی ایسے عضو میں ہے جو اس کی نگاہ سے پوشیدہ ہے۔ چناں چہ اس نے ایک تیز پتھر اور سرکنڈے کے سوکھے ٹکڑے سے اس کا سینہ پھاڑا۔ یہاں تک کہ اس کے دل تک پہنچ گیا مگر اُسے اس میں بظاہر کوئی خرابی نظر نہ آئی۔ جب اس نے اُس کے دل کو چیرا تو اُس نے اس کا بایاں خانہ خالی پایا تو کہا: وہ چیز جو اس خانہ میں تھی اور اب کوچ کر گئی ہے اسی سے ہرنی مری ہے۔ اب اس نے اس چیز کے متعلق سوچنا شروع کر دیا اُس نے سمجھا درحقیقت ہرنی تو وہ چیز تھی جو کوچ کر گئی ہے اور اس کا جسم تو ایک آلہ ہے۔ جب اُس نے اس کے جسم کو بدبودار ہوتا دیکھا تو اُسے اس کا اور بھی یقین ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے ایک کوّے کو اپنا مُردہ بھائی دفن کرتے ہوئے دیکھا تو اُس نے بھی ہرنی کو مٹی میں دفن کر دیا۔

اس کے بعد اُس نے آگ کو دریافت کیا۔ اس سے انگارہ لیا اور اس کی آزمائش کرنے لگا۔ اس طرح کہ جن جانوروں کو سمندر باہر پھینک دیتا تھا، انہیں یہ آگ میں ڈالتا۔ اس طرح اُسے گوشت بھوننے اور پکانے کا پتہ چل گیا۔ اسے اس آگ پر جس کی بہت سی قوتیں ہیں اور بھی تعجب ہوا اور اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ جو چیز ہرنی کے دل سے غائب ہوئی، ہو سکتا ہے کہ آگ کے جوہر سے ہو۔ چناں چہ اس نے جانوروں کو چیر پھاڑ کر اس کی تلاش شروع کر دی۔ اس طرح اسے ان کے اعضاء کے اعمال و وظائف کا علم ہوا۔ اس کے بعد اسے خیال آیا کہ وہ ایک گھر بنائے جس میں وہ رہا کرے۔ ہتھیار بنائے جن سے وہ اپنی حفاظت کر سکے اور جانوروں کا شکار کرے۔

اب وہ اپنی عمر کے اکیسویں سال کو پہنچ گیا۔ اُس نے اِس کائنات، اور ان حیوانات، نباتات اور معدنیات پر جو اس کے اندر پائی جاتی ہیں اُن پر غور کرنا شروع کیا اور اس نے ان میں بہت سے اوصاف اور مختلف افعال پائے۔ نیز دیکھا کہ بعض صفات میں یہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور بعض میں متفق۔ لہٰذا "کثرت" کا خیال اس کے دل میں پیدا ہوا۔ اس کے بعد اس نے حیوانات اور نباتات پر اور ان امور پر جن پر ان کا اتفاق یا اختلاف ہے، غور کرنا شروع کیا۔ اس طرح اس کے نزدیک "نوع"

اور (جنس) کا خیال پیدا ہوا۔ اس کے بعد اس نے حیوانات اور نباتات کو دیکھا کہ یہ دونوں جنسیں بعض امور میں متفق ہیں۔ مثلاً غذا کھانے میں۔ اُس سے اسے یقین ہوگیا کہ یہ ایک ہی چیز ہیں۔ پھر ان دونوں کے ساتھ جمادات کو ملا دیکھا تو ان تینوں کو جسم ہونے کے لحاظ سے متفق پایا مگر دیگر خواص میں مختلف۔ لہذا خیال کیا کہ یہ سب ایک ہی چیز ہیں۔ اگرچہ اس میں کثرت پائی جاتی ہے۔ اس کے بعد اس نے ان سب اشیاء میں غور کیا تو انہیں جسمیت کے مفہوم میں متحد اور صورت میں مختلف پایا۔ اُسے معلوم ہوا کہ روح حیوانی لازمی طور پر اس جسمیت سے زائد چیز ہے۔ اسی میں ان عجیب کاموں کے کرنے کی اہلیت ہے اور وہی ان مختلف قسم کے ادراکات کو سمجھتی ہے۔ لہذا اس کی نگاہ میں روح کی بہت زیادہ عظمت جاگزیں ہوگئی اور اسے معلوم ہوگیا کہ یہ روح جسد فانی سے زیادہ بڑی اور زیادہ بلند ہے۔ اس کے بعد اس نے چیزوں کی اصل پر غور کرنا شروع کیا تو اُسے معلوم ہوا کہ ان میں سے پانی، مٹی، ہوا اور آگ بسیط ترین ہیں۔ اس نے پھر غور کیا کہ شاید اسے ان جسموں کا کوئی جامع وصف مل جائے تو اُسے صرف پھیلاؤ (امتداد) کا مفہوم ملا۔ لیکن اس امتداد کے پردہ میں ایک اور مفہوم ہے اور وہ کسی چیز کی صورت ہے جو بدلتی رہتی ہے۔ اس سے اس کے پاس مادہ اور صورت کا تخیل پیدا ہوا۔ پھر اس کے ساتھ اس نے عالم عقلی کی حدود کی طرف نگاہ کی۔

پھر وہ بسیط اجسام کی طرف لوٹا تو دیکھا کہ ان کی صورتیں بدلتی ہیں مثلاً پانی کہ پہلے پانی ہوتا ہے پھر بخارات بن جاتا ہے۔ پھر دوبارہ پانی بن جاتا ہے۔ لہذا اس نے سمجھا کہ صورت کا اختلاف کسی چیز کا اصل نہیں ہوسکتا۔ اسے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ہر حادث کے لئے پیدا کرنے والے کا ہونا ضروری ہے۔ اور اُس پر یہ بھی ثابت ہوگیا کہ جو افعال اشیاء کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں، وہ دراصل ان کے نہیں ہیں۔ وہ تو دراصل اس فاعل کے فعل ہیں جو ان کے ساتھ یہ فعل کر رہا ہے۔ لہذا اس فاعل کے جاننے کا شوق اس میں پیدا ہوا۔ اُس نے اسے محسوسات کے ذریعہ سے تلاش کرنا شروع کیا لیکن اُس نے محسوسات کے اندر کوئی ایسی چیز نہ پائی جو حدوث سے بری ہو اور فاعل کی محتاج نہ ہو۔ لہذا اُس نے ان سب کو مسترد کر دیا اور اجرام (فلک) کی طرف منتقل ہوا۔ ان پر غور کیا اور اپنے آپ سے یہ سوال کیا۔ کیا یہ لانہایت تک پھیلے ہوتے ہیں۔؟ ۔ اِس پر اُس کی عقل متحیر ہوگئی۔ پھر اُس نے غور و فکر کی قوت سے یہ معلوم کر لیا کہ کسی جسم کا لانہایت ہونا باطل ہے۔ یہ ناممکن چیز ہے اور ایسا مفہوم ہے جو عقل میں نہیں آسکتا۔ اس کے

بعد اُس نے تمام عالم پر غور کیا۔کیا یہ ایسی چیز ہے جو نہ تھی اور بعد میں پیدا ہو گئی اور عدم سے وجود میں آئی۔ یا یہ ایسی چیز تھی جو پہلے سے ہی موجود تھی اور اس سے پہلے معدوم نہ تھی۔ اس پر اسے شک گزرا اور ان میں سے کسی ایک فیصلہ کو یہ ترجیح نہ دے سکا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر یہ اسے قدیم ماننے کا ارادہ کرے تو اسے کئی عوارض پیش آئیں گے۔ مثلاً یہ کہ لانہایت وجود کا ہونا ناممکن ہے۔ نیز یہ کہ وجود بھی حوادث سے خالی نہیں۔ لہٰذا یہ بھی محدَث ہوا۔ اور اگر حادث ہونے کا عقیدہ رکھنے کا ارادہ کرے تو اور قسم کے عوارض پیش آئیں گے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے خیال میں اس کے حادث ہونے کا مفہوم، کہ پہلے وہ نہ تھا، صرف اسی صورت میں سمجھ میں آسکتا تھا کہ اُس سے پہلے زمانہ کو مان لیا جائے، حالانکہ زمانہ بھی تو عالم کے اندر شامل ہے اور اس سے کوئی الگ چیز نہیں۔ لہٰذا عالم کا زمانے سے متاخر ہونا سمجھ میں نہیں آسکتا۔ پھر وہ یہ کہتا، پیدا کرنے والے نے اسے اب کیوں پیدا کیا۔ پہلے کیوں نہیں کیا۔ کیا اس وجہ سے کہ کوئی عارضہ پیش آگیا یا کیا اس کی ذات میں کوئی تغیر پیدا ہو گیا۔ حالاں کہ ان میں سے کوئی چیز نہ تھی۔

یہ دلائل اُس کے خیال میں ایک دوسرے کے خلاف آتے رہے حتیٰ کہ وہ متحیر ہو گیا۔ اور سوچنے لگا کہ ان دونوں اعتقادوں میں سے ہر ایک میں کیا بات لازم آتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دونوں اعتقادوں میں ایک ہی بات لازم آتی ہو۔ چناں چہ اس نے دیکھا کہ اگر وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ عالم حادث ہے اور عدم سے وجود میں آیا ہے تو اس سے ضروری طور پر یہ لازم آتا ہے کہ عالم بذاتِ خود عدم سے وجود میں نہیں آسکتا اور اس کے لئے فاعل کا ہونا ضروری ہے جو عدم سے وجود کی طرف لائے اور وہ فاعل جسم نہیں ہے۔ کیوں کہ اگر جسم ہو تو اسے پیدا کرنے والے کی ضرورت پڑے گی اور دوسرا پیدا کرنے والا (محدِث) بھی جسم ہو تو تیسرے محدِث کی ضرورت ہو گی۔ اور تیسرے کو چوتھے کی اور یہ سلسلہ لانہایت تک چلا جائے گا۔ اور یہ باطل ہے۔ اور اگر عالم کو قدیم مانے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ اس کی حرکت قدیم ہے اور ہر حرکت کے لئے حرکت دینے والے کا ہونا ضروری ہے۔ وہ حرکت دینے والا یا تو ایسی قوت ہو گی جو کسی جسم کے اندر سرایت کئے ہوئے ہو گی یا ایسی نہ ہو گی۔ ہر وہ قوت جو کسی جسم کے اندر سرایت کئے ہو وہ اس جسم کے منقسم ہونے پر خود بھی منقسم ہو جائے گی اور اس کے کمزور ہو جانے سے یہ بھی کمزور ہو جائے گی اور جسم یقینی طور پر متناہی ہے۔ لہٰذا ہر قوت متناہی ہے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ حرکت دینے والا مادہ اور

اجسام کی صفات سے بَری ہو۔ اس طریقہ پر حی بن یقظان کی نظر بالآخر وہیں پہنچی، جہاں پہلے طریقہ پر پہنچی تھی۔ اور عالم کے حادث یا قدیم ہونے میں شک کرنے سے اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

اس کے بعد اُس نے دیکھا کہ اس فاعلِ عظیم کے لئے عقلی طور پر تمام صفات کمال کا ہونا واجب ہے۔ مثلاً علم، قدرت، ارادہ، اختیار، رحمت اور حکمت۔

اور جب اُسے اس فاعل عظیم کی معرفت حاصل ہوگئی تو اس نے یہ معلوم کرنا چاہا کہ اس نے اُسے کس چیز کے ذریعہ پہچانا۔ چناں چہ اس نے حواس میں اس کے ادراک کا کوئی وسیلہ نہ پایا۔ اس لئے کہ حواس تو صرف اجسام کا ادراک کرتے ہیں اور فاعل عظیم تو اجسام کی صفات سے پاک ہے۔ لہذا اُسے معلوم ہوگیا کہ جس ذات سے اس نے اس فاعل کو دریافت کیا ہے، جسم سے پاک ہے۔ پھر اُسے ثابت ہوگیا کہ یہ ذات جو جسم سے پاک ہے، اُسے فنا نہیں اور یہ کہ یہ ہمیشہ کی زندگی گذارے گی خواہ نعمتوں میں خواہ عذاب میں۔ اپنے اُس حصہ کے مطابق، جو دنیا کی زندگی میں اُسے فاعل عظیم کا خیال رکھنے اور اُس سے ڈرنے کے ضمن میں حاصل ہوا۔ لہذا اس اعتقاد نے اسے اس بات پر مجبور کیا کہ وہ اس طور پر سوچے جس سے وہ اپنی زندگی کو منظم کرے تاکہ وہ اس خالق پر غور کرنے میں لگ جائے۔

اور جب اُس نے اپنے نفس کی طرف دیکھا تو اُس نے اس میں تمام انواع حیوانات کی سی ایک خسیس چیز پائی، اور وہ تاریک اور کثیف بدن ہے جو اس سے محسوسات کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس نے یہ بھی معلوم کرلیا کہ یہ جسم بے کار پیدا نہیں کیا گیا، اور اس کی حالت کا درست کرنا بھی ضروری ہے۔ اور اصلاح صرف ایسے فعل کے ذریعہ کی جاسکتی ہے جو تمام حیوانات کے افعال کے مشابہ ہو ...... اُس نے دیکھا کہ دوسری جہت سے یہ نفس ستاروں سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے کہ ان کے بھی اجسام ہیں اور معرفت حاصل کرنے والے ذرات ہیں جو (موجود واجب الوجود) کو پہچانتے ہیں۔ تیسری جہت سے اُس نے دیکھا کہ اس اشرف جزء کی وجہ سے جس سے اس نے واجب الوجود کو پہچانا، اس میں اس سے کسی قدر مشابہت پائی جاتی ہے۔ لہذا اُس کے دل میں ان تینوں کے ساتھ مشابہت ہونے کی بڑی وقعت پیدا ہوئی۔ حیوانات کے ساتھ اس کی مشابہت ان افعال میں ہے جو بقدر ضرورت وکفایت اس کے جسم کی بھلائی اور بقاء کے ضامن ہیں۔ اور یہ کہ اس کی غذا نباتات تک محدود ہے اور اگر نباتات نہ ملے تو حیوانات میں سے غذا لے۔ مگر اس شرط پر کہ وہ نباتات کے بیجوں کو محفوظ رکھے گا۔ نیز یہ کہ

حیوانات میں سے صرف انہی کو لے جن کا وجود زیادہ پایا جاتا ہے اور یہ کہ ان کی بیخ کنی نہ کرے۔ یہ اجرام سماویہ سے اس اعتبار سے مشابہ ہے کہ یہ شفاف روشن اور پاک ہیں۔ چکر لگاتے رہتے ہیں۔ اور اس اعتبار سے کہ یہ اپنے سے نیچے والوں کو نور اور حرارت عطا کرتے ہیں۔ اور اس اعتبار سے کہ یہ واجب الوجود کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اسی کی حکمت سے تصرف کرتے ہیں اور اس کی مرضی کے بغیر حرکت نہیں کرتے۔ لہٰذا اس نے اپنے نفس پر یہ لازم قرار دیا کہ یہ جن حاجت مند، بیمار، مصیبت زدہ حیوان یا نباتات کو دیکھے گا اور وہ ان کے دور کرنے کی قدرت رکھتا ہو گا تو ضرور کرے گا، چناں چہ جب اس کی نگاہ کسی پودے پر پڑتی ہے جسے کسی چیز نے سورج سے حجاب میں کر دیا ہو یا کوئی اور نبات اس کے ساتھ چمٹ گئی ہو جو اُسے ایذا دیتی ہو یا وہ اس قدر پیاسا ہو کہ خراب ہونے کے قریب ہو تو وہ ان امور کو زائل کر دیتا۔ اور جب اس کی نگاہ کسی ایسے جانور پر پڑتی جسے کسی درندہ نے قابو میں کر لیا ہو۔ یا کسی پھانسنے والے نے پھانس لیا ہو۔ یا اسے کانٹا چبھ گیا ہو۔ یا اسے پیاس یا بھوک لگی ہو تو اُسے زائل کرنے کا کام اپنے ذمہ لے لیتا۔ اُسے کھلاتا اور پلاتا۔ اور جب اس کی نظر کسی ایسے پانی پر پڑتی جو کسی نباتات یا جانور کو سیراب کرنے کے لئے بہہ رہا ہو اور درمیان میں کوئی چیز حائل ہو گئی ہے تو اُسے بھی ہٹا دیتا۔ اس نے اپنے اوپر یہ لازم قرار دیا تھا کہ وہ اپنے جسم اور کپڑوں کو پاک اور صاف رکھ کر ستاروں سے مشابہت پیدا کرے گا اور انہی ستاروں کی طرح مختلف قسم کی حرکتوں میں سے اس نے دائرہ میں حرکت کرنے کو اپنے اوپر لازم کیا۔ چناں چہ وہ جزیرہ کا چکر لگاتا۔ اس کے ساحل پر گردش کرتا یا اپنے گھر میں ہی کئی چکر لگاتا، یا چل کر یا دوڑ کر اور موجود الواجب الوجود میں غور کرنے سے ستاروں کے ساتھ اپنی مشابہت کو قائم رکھتا۔ وہ یہ بھی چاہتا کہ عالم محسوس سے منقطع ہو کر فکر میں مستغرق رہے اور اس کام میں وہ اپنے حواس کو بند کر کے اور اپنے گرد چکر لگا کر مدد طلب کرتا۔ تاآں کہ وہ اپنے احساسات سے غائب ہو جاتا اور تمام رکاوٹوں سے نجات پا جاتا اور اس سے موجود الواجب الوجود کا مشاہدہ آسان ہو جاتا ہے۔

رہا اللہ سے مشابہت کا معاملہ تو حی بن یقظان کی رائے میں یہ صفات ایجاب میں سے صرف صفت علم ہی سے ممکن ہو سکتا ہے۔ اس طرح کہ انسان اسے جانے اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائے۔ رہیں صفاتِ سلبیہ جو جسمیت سے پاک ہیں تو حی بن یقظان نے تارکِ دنیا بن کر جسمانیت سے الگ تھلگ

ہو کر اللہ کے بارے میں غور و فکر میں لگنا چاہا۔ چناں چہ کئی کئی دن اسی طرح گزر جاتے اور وہ اسی غیبوبت میں مستغرق رہتا۔ اسی طرح وہ لگاتار اپنے نفس کی فنا کا طالب رہا اور اخلاص کے ساتھ مشاہدہ حق میں لگا رہا۔ یہاں تک کہ اسے یہ چیز حاصل ہو گئی اور اس کی ذات جملہ ذاتوں کے اندر غائب ہو گئی اور سوائے واحد، حق، موجود اور ثابت الوجود کے کچھ باقی نہ رہا اور اسے وہ لذت حاصل ہوئی جو نہ کبھی کسی نے دیکھی ہوگی نہ کسی نے سنی ہوگی اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا ہوگا۔ حیٔ کہتا ہے کہ یہ ایک ایسی حالت ہے جسے بیان نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس کی تعبیر کی جا سکتی ہے۔ جو اسے بیان کرنے کا ارادہ کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی رنگوں کو چکھنا چاہے یا یہ چاہے کہ سیاہی میٹھی یا ترش ہو۔

اسے حیران! اس کے بعد ابنِ طفیل حیٔ بن یقظان کی زبانی فلک اعلیٰ اور دوسرے افلاک پر اپنے مشاہدہ کا ایک عجب و غریب خیالی وصف جو اس نے فلک اعلیٰ اور دیگر افلاک میں دیکھا، بیان کرتا ہے، ایسے طریقہ پر کہ وہ خود اس بات کا معترف ہے کہ وہ سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اور وہ کہتا ہے کہ عبارت میں قدرت نہیں (کہ اسے بیان کر سکے) اور الفاظ سے حقیقت کے سوا کسی اور بات کا وہم گزرتا ہے۔

اس کے بعد ابنِ طفیل اس قصہ میں ایک اور جزیرہ کا بیان کرتا ہے جو حیٔ بن یقظان کے جزیرہ کے قریب ہے، جس میں ایسے لوگ ہیں جو کسی نبی کے دین پر چلتے ہیں۔ (اس ملت سے اس کی مراد ملتِ محمدیہ ہے)۔ اس نئے دین پر ایمان رکھنے والوں میں سے دو شخص تھے جن میں سے ایک کا نام ابسال اور دوسرے کا سلمان تھا۔ ان دونوں نے نئے دین کا بغور مطالعہ کرنا شروع کیا اور ان کا مقصد یہ تھا کہ شریعت کے بعد اللہ اور ملائکہ کی صفات اور آخرت کے حالات معلوم کریں۔ ابسال باطن پر زیادہ غور کرتا اور تاویل کی طرف زیادہ راغب ہوتا۔ سلمان ظاہر مذہب کی زیادہ حفاظت کرتا اور تاویل سے دُور بھاگتا۔ چناں چہ ابسال شریعت کے ان احکام پر عمل کرتے ہوئے جو گوشہ نشینی کی رغبت دیتے ہیں، لوگوں سے علیحدہ رہنے لگا اور سلمان شریعت کے احکام پر عمل کرتے ہوئے جن میں لوگوں کے ساتھ مدارات کرنے کا حکم ہے، لوگوں سے میل جول رکھنے لگا۔ یہی اختلاف ان دونوں میں جدائی کا سبب بنا۔ اس کے بعد ابسال کوچ کر کے حیٔ بن یقظان کے جزیرہ میں چلا آیا تاکہ لوگوں سے الگ رہے اور اللہ کی عبادت میں یک سوئی سے لگا رہے۔ اس کی ملاقات حیٔ سے ہو گئی۔ جب حیٔ نے ابسال کی قرأت سنی اور اس کی نماز، تسبیح اور دعا کو دیکھا تو سمجھ گیا کہ یہ شخص عارفین میں سے ہے اگرچہ وہ اس کا کلام

نہیں سمجھتا۔ ابسال نے اسے تمام چیزوں کے ناموں کی تعلیم دی تاآں کہ وہ بولنے لگ گیا۔ حی نے اپنے نئے دوست کو اپنی زندگی کی تاریخ بتلائی اور بتلایا کہ وہ سوچتے سوچتے ترقی کرتا گیا تاآں کہ اس نے اللہ کی معرفت حاصل کرلی۔ جب ابسال نے اُس سے (ذاتِ حق) کا وصف سُنا تو اُسے یقین ہوگیا کہ تمام وہ اشیاء جن کا ذکر اس کی شریعت میں آیا ہے، وہی چیزیں ہیں جنہیں حیّ بن یقظان نے پہچانا اور اپنی عقل کے ذریعہ سے معلوم کیا ہے۔ لہٰذا معقول اور منقول دونوں کے درمیان اس کے نزدیک مطابقت ہوگئی اور تاویل کے طریقے قریب ہوگئے۔ اور ابسال نے اپنے دوست حیّ کو ان چیزوں کے متعلق بتایا جو اس کی شریعت میں وارد ہوئی ہیں تو حیّ نے ان میں کوئی ایسی چیز نہ پائی جو اس کے مشاہدہ کے خلاف یا ان چیزوں کے خلاف ہو جنہیں اس نے بذاتِ خود معلوم کیا ہے لہٰذا اُسے معلوم ہوگیا کہ جس شخص نے یہ صفت بیان کی ہے اور اُسے لے کر آیا ہے، اپنے بیان میں سچا ہے۔ اپنے قول میں صادق ہے اور اپنے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔ چناں چہ وہ اس پر ایمان لے آیا۔ اس کی تصدیق کی اور اس کی رسالت کی گواہی دی۔

اس کے بعد اس نے ان تمام اوامر و نواہی کا علم حاصل کیا، جنہیں یہ رسول لے کر آیا تھا اور وہ ان پر کاربند ہوگیا۔ مگر حیّ کے دل میں دو باتیں باقی رہیں، جن کی حکمت اس پر واضح نہ ہوئی۔ ایک یہ کہ اس رسول نے عالمِ الٰہی کے اکثر احوال کے بیان میں لوگوں کے لئے مثالیں کیوں بیان کی ہیں اور وضاحت سے بیان کرنے سے کیوں اعراض کیا ہے، یہاں تک کہ بعض لوگ تشبیہہ اور تجسیم میں مبتلا ہوگئے اور انھوں نے اللہ کے متعلق ایسی چیزوں پر اعتقاد کیا جن سے وہ منزہ ہے اور یہ کہ اس نے صرف انہی فرائض پر کیوں اکتفا کی اور مال جمع کرنے اور خوب دولت کمانے کی کیوں اجازت دی۔ یہاں تک کہ لوگ باطل کی طرف لگ گئے اور انہوں نے حق سے اعراض کیا۔

حیّ بن یقظان کے دل میں خیال آیا کہ لوگوں کے ساتھ تعلق قائم کرکے اُن سے اسی حق کا ذکر کرے جسے اس نے مشاہدہ سے حاصل کیا ہے۔ اس سلسلہ میں اس نے اپنے دوست ابسال سے گفت گو کی۔ تقدیرِ الٰہی سے ایک کشتی جزیرہ کے قریب سے گزر رہی تھی جو انہیں ابسال کے جزیرہ میں لے گئی اور ابسال اپنے ساتھیوں کے ساتھ جا ملا اور انہیں حیّ بن یقظان کے مقام اور حال کے متعلق آگاہ کیا۔ ان لوگوں نے حیّ کی تعظیم و تکریم کی اور اس کی آؤ بھگت کی۔ حیّ نے انہیں تعلیم دینا شروع

کی اور حکمت کے اسرار ان پر ظاہر کیے۔ ابھی وہ ظاہری امور سے تھوڑا ہی باہر گیا تھا کہ وہ لوگ اس سے بددل ہونے لگے اور حیّ ان کے اخلاص سے مایوس ہو گیا۔ حالاں کہ یہ لوگ قوم کے خاص لوگوں میں سے تھے۔ تو پھر ان عوام کا کیا حال ہوگا، جنہیں اُس نے دنیا کا حریص اور جہالت میں ڈوبا ہوا پایا۔ چناں چہ اُسے ثابت ہو گیا کہ مکاشفہ کے طور پر لوگوں سے بات کرنا سود مند نہیں ہو سکتا۔ اور یہ کہ جس قدر ان کو اعمال کرنے کا مکلف قرار دیا گیا ہے اس سے زیادہ کا مکلف بنانا ممکن نہیں۔ وہ سمجھ گیا کہ جو کچھ رسولوں نے فرمایا ہے اور شریعت میں آیا ہے تمام کی تمام حکمت، ہدایت اور توفیقِ الٰہی اُن میں پائی جاتی ہے۔ نیز یہ کہ ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند

اور ہر شخص کے لئے وہی امور آسان کر دیئے جاتے ہیں، جن کے لئے وہ پیدا ہوا ہے۔ چناں چہ یہ لوٹ کر اصحابِ ظاہر کی طرف آیا یعنی سلمان اور اس کے ساتھیوں کی طرف آیا اور اس نے جو باتیں پہلے کی تھیں، ان سے معذرت چاہی۔ انہیں بتلایا کہ اب اس کی بھی وہی رائے ہے، جو ان کی ہے اور اس نے ان کی راہ کی طرف ہدایت پالی ہے۔ اس نے ان کو نصیحت کی کہ وہ حدودِ شرع پر قائم رہنے پر کار بند رہیں، متشابہات پر ایمان رکھیں اور آیات کے سامنے سر جھکائیں اور بے کار باتوں میں غور کرنے سے اجتناب کریں۔ بدعتوں اور خواہشات سے اعراض کریں اور سلف صالح کی اقتدار کریں۔ اور اس راہ کے سوا کسی اور راہ میں نجات نہیں پائی جاتی۔ نیز یہ کہ اگر وہ غور و خوض کی بلندیوں پر چڑھ جائیں گے تو ان کے دین کا معاملہ خلل پذیر ہو جائے گا۔ وہ تذبذب میں پڑ جائیں گے۔ پہلی حالت کی طرف لوٹ جائیں گے اور ان کا انجام بُرا ہوگا۔ اگر وہ اپنے دین پر قائم رہیں گے تو نجات پائیں گے۔ اس کے بعد اس نے انہیں الوداع کہا اور اپنے ساتھی ابسال کے ساتھ اپنے جزیرہ میں چلا آیا۔ اور دونوں اس جزیرہ میں اللہ کی عبادت کرتے رہے تا آں کہ انہیں موت نے آ لیا۔

(مسلسل)